وجودِ حجتؑ

قسط-۵		آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

اب امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ کا دور ہے، یہ دونوں دور بے شک ایسے ہیں جن میں امامت عظمیٰ کو بڑے درجہ تک ظاہر کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ شیعوں کی تعداد بہت زیادہ اور ان دو حضراتؑ پر تقیہ کی پابندیاں بھی کم عائد تھیں لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام نظروں سے امامت مخفی ہی تھی۔

ان دونوں بزرگوں کی حیثیت عام افراد کے سامنے عظیم المرتبہ فقیہ کی تھی اور مستند عالم کی حیثیت سے ان کے اقوال کو عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔

بے شک یہ پردہ اتنا ہلکا تھا جس سے چھن چھن کر امامت کی شعاعیں بہت تیزی سے نکل رہی تھیں اور اس طرح امامت کے فیوض و برکات بہت زیادہ منتشر ہوئے اور معارف حقہ کی اشاعت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا۔

اب آیا امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ، اللہ اللہ اس دور میں ظالمانہ جفا و تعدی پورے جاہ و جلال پر تھی، امامت کو تاریک سے تاریک تر پردوں میں مخفی ہونا پڑا، بغداد کے سیاہ و تار قید خانے، زنجیروں کے حلقے اور ظالم وغیر روادار اشخاص کی حراست، مضبوط پہرے، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ موقوف اور ملاقات ممنوع یقیناً یہ بھی غیبت کا زمانہ تھا اور بڑی غیبت کا یہاں تک کہ امامؑ کا نام بھی پردۂ غیبت میں لیا جانے لگا اُس زمانہ کے رُواۃ آپ کے نام کی تصریح کرنے میں اپنی زندگی کے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے، ان کو آپ سے روایت کرنے کے لئے **اَلْعَبْدُ الصَّالِحُ، اَلرَّجُلُ الْعَالِمُ** کے الفاظ کی تلاش کرنا پڑتی تھی اور جوامع حدیث میں ان روایات کا کافی ذخیرہ موجود ہے جو خود اس امر کی دلیل ہے کہ اتنے پردوں کے باوجود امامت کے فیوض پہنچ رہے تھے اور دنیا اس سے مستفید تھی۔

امام رضاؑ کا زمانہ آیا، ظاہری طور پر حضرتؑ کے لئے بڑے اعزاز اقتدار و خاطر داری کا زمانہ ہے لیکن امامت پر بڑا گہرا پردہ پڑا ہے اور وہ مامون الرشید کی ولی عہدی، ہاں اس پردہ میں امامت کے فیوض بہت کامیابی کے ساتھ منتشر ہوئے اور لوگوں کو صحیح ہدایات اور ربانی علوم و برکات سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا لیکن اس کا زمانہ کم تھا اور ایک محدود مقدار میں ختم ہوگیا۔

امام محمد تقی - کے لئے سلطان وقت کی دامادی کسی شرف کا باعث نہ تھی لیکن حجاب غیبت کا ایک انداز یہ بھی تھا جس کے سلسلہ میں درباروں کے اندر فقہائے عصر سے مباحثے ہوئے، مشکل مسائل کو حل کیا گیا اور دشمنوں سے سرِ تسلیم خم کرایا گیا اور اس طرح روحانی کمالات کا سکہ قائم ہوا، صحیح اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت ہوئی جو امامت کا

واحد مقصد تھا۔

ام الفضل دختر مامور الرشید سے امامؑ کا عقد لوگوں کے لئے اس موازنہ کا ذریعہ یہی تھا کہ دنیاوی ظاہری جاہ وجلال کے اسباب ان حضراتؑ کے اصول زندگی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتے۔ وہی سادگی، وہی تواضع، وہی اخلاق اور مروت، اس ظاہری اقتدار کے عالم میں مہمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ اور لذیذ غذائیں موجود رہتی تھیں لیکن آپ نے اپنا معیار زندگی جَو کی روٹی اور سرکہ وشہد پر باقی رکھا۔ دارالخلافت بغداد کے آٹھ سال زمانۂ قیام میں مرجعیت کا یہ عالم تھا کہ تیس تیس ہزار سوالات پوچھے گئے ہیں اور آپ نے نہایت استقلال سے ان کے جوابات دیئے ہیں۔

دسواں دور آیا اور خلافت حقہ کی ذمہ داریاں امام علی نقی ؑ کے متعلق ہوئیں، ابتدائی قیام مدینۂ منورہ میں تھا اور امامت پردہ میں لیکن اس کی اتنی بھی جلوہ آرائی جوتھی زمانہ کی افتادِ طبع کے خلاف ہوئی۔ بادشاہ وقت متوکل عباسی کے اصرار سے آپ کو مدینۂ رسولؐ چھوڑ کر دارالخلافہ سامرہ میں آنا پڑا اور پوری عمر جلاوطنی ونظر بندی میں گذاری جس میں طرح طرح کے روح فرسا مصائب آپ کے لئے پیش تھے۔

ایسے خطرناک وقت میں بھی آپ نے اپنے فرض کو محیر العقول طریقوں پر انجام دیا، متوکل کو خبر پہنچا کہ علی بن محمد کے گھر میں اسلحۂ جنگ ہیں اور شیعوں کا اجتماع ہے اور حکومت وقت کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں اور اس کا تاریک رات میں دوڑ (Raid) بھیج دینا کہ وہ بلا اطلاع حضرتؑ کے گھر کی تالاشی (تلاشی) لے اور وہاں گوشزد واقعات کا بے اصل ثابت ہونا اور حضرت کا فرش خاک پر بالوں کا لباس پہنے عبادت الٰہی میں مصروف پایا جانا لیکن اسی حالت میں حضرتؑ کو متوکل کے پاس لے آیا جانا اور اس موقع پر متوکل کا شراب نوشی میں مصروف ہونا اور حضرتؑ کے سامنے کمال جرأت سے جام شراب کا پیش کرنا اور حضرتؑ کا معصومانہ صداقت کے ساتھ عذر کرنا کہ مَا خَامِرْ لَحْمِیْ وَدَمِی قَطُّ ''اے خلیفۃ المسلمین یہ تو آج تک کبھی میرے گوشت وخون میں شریک نہیں ہوئی ہے۔'' متوکل کا اس عذر کو قبول کر کے آپ سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کرنا اور آپ کے انکار کے باوجود مجبور کرنا جس پر حضرتؑ کا موقع کو غنیمت جان کر ان اشعار کو پڑھنا:

بَاتُوا عَلٰی قُلَلِ الْاَجْبَالِ تَحْرُسُھُمْ
غَلَبَ الرِّجَالَ فَمَا اَغْنَتْھُمُ الْقُلَلُ

''دنیا کے طاقت ور افراد بڑے بڑے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر مکان بنا کے حراست کے واسطے مضبوط پہروں کو بٹھلا کر رہے لیکن ان کو (جب موت آئی) پہاڑوں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔''

اور اسی طرح کے چند شعر جو تمام تر بے ثباتی دنیا پر مشتمل تھے اور ان کا متوکل پر اس قدر اثر ہونا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر ڈاڑھی کو تر کر دیں اور شراب اٹھوا دی جائے۔ یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلکان وغیرہ مستند کتب تاریخ میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ

ایسے سخت پردۂ غیبت میں بھی امامت اپنا امکانی فرض انجام دے رہی تھی۔

امام حسن عسکری کی تو آنکھ ہی سامرہ میں نظر بندی وحراست کے اندر کھلی، ان کی ولادت اگر یہاں نہیں ہوئی تھی تو بھی صرف چار برس اور چند مہینہ کی عمر تھی کہ اپنے والد ماجد کی معیت میں سامرہ آئے اور تمام عمر وہیں بسر ہوگئی جس میں قید و بند اور سلطانی پابندیاں اور سختیاں آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔

اس صورت حالات اور ان تمام واقعات کے بعد کیا ہمارا یہ کہنا غلط ہے کہ امامت حقہ ہمیشہ پردۂ غیبت ہی میں تھی اور کبھی وہ دنیائے ظہور میں نہیں آئی۔

ہاں بیشک ائمہ معصومین کی عنصری زندگی اس وقت نمایاں تھی اور لوگوں کو مختلف لباسوں میں جن کا حالات وقت تقاضا کرتے تھے نظر آتی تھی اور بالفاظ دیگر وہ وہ پردہ ہائے غیبت جن کے پیچھے امامت حقیقیہ کا جلوہ مستور تھا محسوس ہوتے تھے لیکن تجربوں نے بتلایا کہ زمانہ کو یہ بھی گوارا نہیں۔

گیارہ میں کوئی تو ایسا ہوتا جس کی موت طبیعی حالات کا نتیجہ ہوتی لیکن مستند تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے۔

جہاں تک دیکھا جاتا ہے نظر یہی آتا ہے کہ ان کی موت جفا پیشہ ابنائے دنیا کے ظالمانہ اقدام قتل کا نتیجہ ہے۔

مسجد کی محراب میں ابن ملجم کی تلوار اور علیؑ کا سر، امیر شام کے اشارہ سے جعدہ بنت اشعث کا جام زہر اور حسنؑ مجتبیٰ کا دہن، کربلا کے عظیم معرکہ میں ہزاروں کی چونچکاں تلواریں، نیزے اور حسینؑ بن علیؑ کا جسم۔ پھر تمام ائمہ کے لئے زہر خورانی کے مختلف طریقے۔ انگور میں زہر، انار میں زہر، زین فرس میں زہر، دوا میں زہر اور اسی قسم کی تدبیروں سے برابر ان کے رشتۂ زندگی کو قطع کیا گیا لیکن آسان تھا، سلسلۂ امامت باقی تھا، وہ تعداد جو ائمہ کی مقرر تھی پوری نہ ہوئی تھی۔ ایک امام کے بعد جانشین اس کا اور اس کے روحانی کمالات کا وارث دوسرا امام ہو جاتا تھا۔

لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب تعداد ختم تھی۔ گیارہویں امامؑ اسی طرح کہ جیسے ان کے پیش رو ائمہؑ کی وفات ہو چکی تھی دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب امامت کی ذمہ داریاں تھیں اور وہ ہستی کہ جس پر اس سلسلہ کی انتہا اول امر سے قرار پا چکی تھی، جس کے سوا کوئی دوسری فرد حدود عالم میں ان کمالات کی مستحق موجود ہونے والی نہ تھی۔

اُن متواتر نصوص کی بنا پر جو رسالت مآب ﷺ اور ان کے بعد ائمہ معصومینؑ سے نیمۂ شعبان میں متولد ہونے والے اس عظیم الشان مولود کے متعلق عام طور پر سنے جا چکے تھے مخالفین کو بھی اس ولادت کے متعلق پوری کھوج تھی۔

رسولؐ اسلام نے فریقین کی مسلم متواتر حدیث کی بناء پر پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے وہ میری امت میں ہوگا ضرور، ارشاد ہوا تھا: **وَاللّٰهِ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ حَتّٰى اَنَّهُمْ لَوْ دَخَلُوْا فِي حُجْرِ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوْهُ۔**

''خدا کی قسم تم اپنے قبل والی امت (بنی اسرائیل) کے راستوں پر چلوگے یہاں تک کہ اگر وہ کسی جانور کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوتے تو تم بھی اس میں داخل ہوتے۔

اس مضمون کی متعدد حدیثیں کتب فریقین میں موجود ہیں۔ بیشک اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مہدیؑ موعود کی ولادت میں صورت حال ویسی ہی پیش آئی جو اس کے بہت پہلے حضرت موسیٰ کلیم الرحمن کی ولادت میں پیش آچکی تھی۔

کاہنوں کا فرعون کو خبر دینا کہ تیری مملکت کا زوال ایک مولود کے ہاتھوں ہوگا جو بنی اسرائیل میں متولد ہونے والا ہے اس پر اُس کا واقعات پر کامل طور سے سراغ رسانی کا انتظام کرنا، عورتوں کے شکموں کا چاک کرنا، بچوں کو قتل کرانا، یہ سب اس لئے کہ اُس بااقتدار مولود کی ولادت نہ ہونے پائے جس کے ہاتھوں ملک فراعنہ کا زوال ہونے والا ہے لیکن اس سب کے مقابلہ میں قدرت نے بھی سامان کیا، موسیٰؑ کے حمل کو پردۂ غیبت میں رکھا، ان کی ولادت بھی غیر معلوم طریقہ پر واقع کرائی اور پھر ان کی حفاظت کے اسباب یوں مہیا کئے کہ ماں کو حکم دیا کہ وہ نومولود بچہ کو تابوت میں لٹا کر رود نیل میں ڈال دیں۔

بالکل اُسی صورت پر مہدیؑ موعود کی ولادت اُن روایات کی بناء پر جو مسلمہ طور سے زبان زد خلق تھے خلافت وقت کے ارکان میں زلزلہ ڈالے ہوئے تھی اور ان کے افکار وخیالات پورے طور سے اس کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ ان کی طرف سے کامل انتظامات سراغ رسانی کے مہیا کئے گئے جو کسی ایسے مولود کی ولادت کو جس کے متعلق مہدیؑ موعود ہونے کا شبہ ہوسکے بادشاہ تک پہنچا دیں لیکن قدرت کو پردہ داری میں اہتمام تھا۔ اسے اپنے نور کو باقی رکھنا تھا جس کی آخری لواب یہی تھی۔ اس نے اس عظیم الشان مولود کے حمل وولادت کو موسیٰؑ کی طرح بالکل مخفی کیا اور غیبت کے پردے ڈال کر اس نور کو دنیا میں ظاہر کیا۔

ان کی ابتدائی نشوونما بھی پردۂ غیبت میں تھی لیکن باپ ماں اور قریب ترین رازدار اعزا کے علاوہ مخصوص معیار امانت پر پورے اُترے ہوئے اور امتحانِ وفا میں کامیاب نکلے ہوئے اصحاب بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آپ کے وجود سے مطلع تھے۔

حکومت وقت بھی ان تمام تحفظات کے بعد جو کئے جاچکے تھے پورے طور پر مطمئن ہوچکی تھی کہ خطرہ جاتا رہا اور جس مولود کا اندیشہ تھا وہ عالمِ وجود میں نہیں آیا، لیکن امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہوا اور بعض برادران یوسف نے جن پر ناگزیر اسباب کی بناء پر راز منکشف ہوگیا تھا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ بچہ جو حسن عسکریؑ کے یہاں متولد ہونے والا تھا متولد ہوچکا ہے۔

حکومت کو ایک طرف اپنے مکمل انتظامات کی شکست کا احساس کر کے غصہ وغضب دامنگیر ہوا اور دوسری طرف وہ خطرہ جو اس کے قبل قوت کے عالم میں تھا فعلیت سے بہت قریب نظر آنے لگا۔

اس لئے کہ وہ روایات جن میں مہدیؑ موعود کے ظہور پر دین کی تجدید اور باطل طاقتوں کے شکست کی خبریں دی

گئی تھیں کسی زمانہ سے محدود نہ تھے کہ ایسا کب اور کس زمانہ میں ہوگا۔

اُن میں بس اتنا ہی تھا کہ ایسا ہونے والا ضرور ہے اوراس کے ہوئے بغیر قیامت نہ آئے گی، اس لئے اس مولود کی ولادت ہوجانے پر جو ان تمام اخبار کا مصداق اصلی تھا مقرر شدہ نظام طبیعی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوجانا حق بجانب ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آ گیا اور یہی موجودہ دور سلطنت جو عالم اسلامی میں سکہ چلائے ہوئے ہے اس مولود کے ہاتھوں درہم و برہم ہوگا، بیشک اگر اُنھیں معلوم ہوتا کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے۔ خلافت عباسیہ کی بنیادیں زمانہ کے بے پناہ حوادث سے متزلزل ہوکر منہدم ہوں گی اور ضرور ہوں گی لیکن اس مولود کے ظہور سے نہیں اوراس کے بعد خلافت عثمانیہ کی عمارت قائم بھی ہوگی اور گر بھی جائے گی، خلافت کا نام ونشان بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا لیکن اس مولود کے ظہور کا وقت نہ آئے گا تو حکومت کو بھی شاید زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ادھر روایات کی قطعی پیشینگوئی کہ ایسا ہوگا ضرور اور زمانہ کا عدم تعین کہ کب؟ اور ادھر اس مولود کی ولادت، بس اس کا نتیجہ تھا کہ ارباب حکومت کی نظروں میں اپنے فنا و زوال کا مرقع بہت ہولناک صورت سے پھرنے لگا اوراس لئے اب کی زیادہ شدّت کے ساتھ جستجو کی کوشش ہوئی، حضرت امام حسن عسکریؑ کے تمام ازواج و جواری کو نظر بند کیا گیا اور حراست میں رکھا گیا کہ جس کسی کے کمسن بچہ ہوگا اس کی اطلاع ضرور ہوگی، امامؑ کے مکانات میں گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ کی تلاشی لی گئی کہ اس مبارک بچہ کا کہیں پتہ مل جائے یہاں تک کہ اس سرداب (تہ خانہ) میں بھی گئے جہاں حضرتؑ کا قیام تھا مگر ظاہری بصارت کے چراغ اس نور مجسم کے سامنے گل نظر آئے اور آنکھوں کی بینائی نے اس کے مشاہدۂ جمال میں یارا نہ دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ غیبت کا پردہ اور زیادہ گہرا ہوگیا۔ لیکن چونکہ ابھی ابھی امام یازدہمؑ کا دور ختم ہوا تھا اگر دفعتہً کامل غیبت کا دور دورہ ہوجاتا تو بہت سے شیعہ اور صحیح العقیدہ اشخاص بھی اس نئی صورت حال سے آشنا نہ ہونے کی جہت سے عقیدۂ وجود حجت میں متزلزل نظر آنے لگتے۔

جیسے تیز روشنی سے کامل اندھیرے میں آجانے والا ایک مرتبہ اپنی قوت بصارت کو بالکل گم کردیتا ہے اوراس کے قوائے احساس معطل نظر آتے ہیں، وہ اس دھندلکے میں جتنی روشنی ہے اس کا بھی احساس نہیں کرتا اوراسے وہاں اتنی تاریکی نظر آتی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔

بیشک ضرورت اس کی ہے کہ تدریجی حیثیت سے روشنی کو گھٹا کر انسان کو عادی بنایا جائے اس طرح وہ جس درجہ تاریکی میں پہنچے گا اس میں اس کی نظر ایک حد تک کام کرتی رہے گی اوراس کے قوائے احساس اپنے معیار عمل پر باقی رہیں گے۔

(جاری)